P. O. RGD. No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڑھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے

سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۰ | ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۵۱ء | ایڈیٹر- قاضی عبدالغفار | ۸ رجب المرجب ۱۳۷۰ ھجری | نمبر ۳۲

کچھ اپنی باتیں

کچھ "اردو والوں" سے

جب سے ہندی کو راج بھاشا کا درجہ دیا گیا ہے "اردو والوں" پر عموماً دو طرح کی کیفیتیں طاری ہیں، کچھ غم کے مارے اردو کی موت پر دو چار آنسو بہا کر اور اس جان عزیز کے ماتم اور مرثیے میں اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کر کے یک گونہ "لذت فراغ" محسوس کرنے لگے ہیں اور "تکلیف پردہ داری زخم جگر" سے نجات حاصل کر چکے ہیں۔ دوسرا گروہ ایسے لوگوں کا ہے جو اب بھی اپنے غصے کے اظہار کا سب سے اچھا طریقہ یہی سمجھتے ہیں کہ ہندی کی جان کو سو سو طرح سے کوسیں اور اس کو "رقیب روسیہ" یا سوکن مان کر اپنے جلاپے کا شکار بنائیں، ہندی کی آل اولاد کو بد دعائیں دیں اور ہندی والوں کے ظلم و ستم کی ہزاروں داستانیں سنائیں۔ زیادہ تر لوگ ایسے ہیں جن پر یہ دونوں کیفیتیں یکے بعد دیگرے طاری ہوتی رہتی ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کو اس بات کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ جس تن کو بے جان سمجھ کر اس کا ماتم کر رہے ہیں اس میں ابھی اچھی خاصی جان باقی ہے اور اگر مرض کی صحیح تشخیص اور مناسب چارہ گری ہو تو موجودہ بحرانی کیفیت دور ہو سکتی ہے۔

اس کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اردو کے ساتھ کوئی بے انصافی نہیں ہوئی یا اس کو کسی قسم کا خطرہ ہی نہیں ہے۔ جو لوگ 'ہماری زبان' کو برابر پڑھتے ہیں وہ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ہندی کے بہت سے نادان دوست اردو کی تباہی کو ہندی کی فلاح کا ذریعہ سمجھتے ہیں، اس میں حکومت کے زیادہ تر کارکن اور مقامی اداروں کے ارباب حل و عقد شامل ہیں لیکن اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد "اردو والوں" کی سعی و عمل کی رفتار کو اور زیادہ تیز ہونا چاہیئے اور غم و غصہ کے اظہار کے بجائے جدوجہد کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی۔
حدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی۔

"اردو والوں" کو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ موجودہ حالات میں توقعات کی بلند آہنگی کو ایک حد تک کم کرنا پڑیگا۔ اب اس مملکت میں اردو کو وہ درجہ تو نصیب نہیں ہو سکتا جس کے خواب ہم ایک مدت سے دیکھتے آئے ہیں لیکن اردو کو بھی زندہ رہنے اور ترقی کرنے کا اتنا ہی حق ہے جتنا کسی دوسری زبان کو، اور اس حق کے لیئے جد و جہد کرنا ہر جمہوریت پسند کا فرض ہے۔ "اردو والوں" کو عموماً اس حقیقت کا احساس نہیں ہے کہ ہر زبان کے بولنے والوں میں اچھی خاصی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اس فطری اور جمہوری حق کو تسلیم کرتے ہیں اور کسی ایک زبان کو بہ زور پھیلانے کے مخالف ہیں۔ اس سے زیادہ اہم یہ حقیقت ہے کہ ہندی کے ادیبوں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو نہ صرف موجودہ مصنوعی ہندی کے مخالف ہیں بلکہ اس بات کو خود ہندی کے لیئے مضر سمجھتے ہیں کہ اسے نامناسب طور سے دوسرے علاقوں پر مسلط کیا جائے۔ اردو کے ہمدردوں کو چاہئے کہ وہ اس قسم کے لوگوں کو پہچانیں اور ان سے مل کر مشترکہ عمل کا ایسا راستہ تلاش کریں جس سے ہندستان کے لسانی مسائل عقل اور انصاف کی بنا پر طے ہو سکیں اور ہر زبان کو پھلنے پھولنے کے پورے مواقع حاصل ہو سکیں۔

اپنی راہ عمل کو طے کرنے کے لیئے ہمیں اس تعلق کو بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے جو اردو اور ہندی میں ہے اور جس کو نظر انداز کرنے سے نہ اردو ترقی کر سکتی ہے نہ ہندی۔ اس حقیقت پر چاہے کتنا ہی پردہ کیوں نہ ڈالا جائے لیکن چھپ نہیں سکتی کہ اردو اور ہندی ایک ہی بنیادی زبان کی دو ترقی یافتہ صورتیں ہیں۔ اس کو چاہے کھڑی بولی کہئے یا ہندستانی مقصد ایک ہی ہے۔ اس تعلق کو ایک مثال سے واضح کیا جا سکتا ہے۔ اگر ایک عمارت کا تصور کیا جائے جس کی بنیاد ایک ہے اور ایک دو منزلیں بھی مشترک اور مسلسل ہیں لیکن اس کے بعد اس عمارت کے دو سروں پر دو خوبصورت مینار کھڑے کیئے گئے ہیں جو ایک دوسرے سے کافی فاصلہ رکھتے ہیں تو ہمارے سامنے ہندستانی اردو اور ہندی کی تصویر آ جائیگی۔ ہندی اور اردو کی گرامر مشترک، ان کا بنیادی ذخیرہ الفاظ مشترک اور ان کا وطن بھی مشترک، کوئی ایسا علاقہ نہیں ہے جہاں ہندی موجود ہو اور اردو یک لخت معدوم ہو۔ ایسی حالت میں اس رشتے کو قطع کرنے کی جتنی کوشش کی جائیگی وہ آخر کار ناکام رہیگی لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ جیسے جیسے یہ دونوں مینار بلند ہوتے جائیں گے ان کا فاصلہ نہ صرف ایک دوسرے سے بلکہ بنیاد سے بھی بڑھتا جائیگا۔ اس لیئے وہ تمام لوگ جو عوام کی فلاح و بہبود کے حامی ہیں اور جو زبان کی ترقی کو عوام کی ترقی سے وابستہ رکھنا چاہتے ہیں جلد یا بہ دیر لازمی طور پر اس نتیجے پر پہنچیںگے کہ اردو اور ہندی کو ایک دوسرے کے قریب آنا چاہئے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قریب لانے کا طریقہ کیا ہے؟ کیا اردو اور ہندی کی موجودہ شکلوں کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا جائے اور فوراً ہندستانی کو تخت پر بٹھا دیا جائے؟ کیا اردو اور ہندی کو ملا کر ایک معجون مرکب تیار کیا جائے اور ایک گنگا جمنی زبان کو چالو کرنے کی کوشش کی جائے؟ یہ دونوں صورتیں نہ ممکن ہیں اور نہ مناسب نہ کوئی ہندی کو مٹا سکتا ہے اور نہ اردو کو اور نہ یہ ہی ممکن ہے کہ کہیں کی اینٹ اور کہیں کا روڑا لے کر بھان متی کا کنبہ جوڑ دیا جائے اور اس کا نام ہندستانی رکھ دیا جائے۔ یہ کوشش کی جا چکی ہے اور ناکام بھی ہو چکی ہے۔ اس کی صرف ایک ہی ترکیب ہے اور وہ یہ کہ ہندی اور اردو کے ادیب اور معلم برابر اس بات کی کوشش کریں کہ عام فہم اور آسان زبان زیادہ سے زیادہ رواج پائے اور بول چال کے لفظ اور محاورے ادبی زبان میں بھی جگہ

پانے لگیں۔ ساری اور جٹل بھاشا کی جگہ سندر اور کومل بولی کا چلن ہو اور ادق عبارت آرائی کی جگہ سیدھی اور سادی زبان رواج پائے۔ ہندی اور اردو جس قدر عوام کے قریب ہونگی اسی قدر ایک دوسرے کے قریب ہونگی۔ گویا دونوں میناروں کو قریب کرنے کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ دونوں کو زبردستی جھکا کر ایک دوسرے سے گلے ملا دیا جائے اس لئے کہ اس کوشش میں دونوں ٹوٹ جائینگے اور سارا ملبہ ہمارے سروں پر آ رہے گا بلکہ اُن کو ملانے کی ترکیب یہ ہے کہ نچلی منزلوں کے اوپر مشترک عمارت کو بلند کیا جائے یہاں تک کہ دونوں مینار الگ الگ آسمان سے باتیں کرنے کے بجائے ایک متحدہ عالیشان عمارت کے ستون بن جائیں۔

یہ کام مشکل بھی ہے اور اس کے لئے کافی مدت بھی درکار ہے لیکن اس کو کبھی نہ کبھی شروع کرنا ہے اور اگر آج "ہندی والوں" میں سے بہت بڑی اکثریت کو اس کی طرف توجہ نہیں ہے بلکہ وہ اس کی مخالف ہے تو "اردو والوں" کو چاہئے کہ وہ نہ صرف اپنے مفاد کے لئے بلکہ عوام کی بھلائی کو سامنے رکھ کر اس کام کا بیڑا اٹھائیں۔ آج کل "اردو والوں" پر جو کیفیت طاری ہے اس سے یہ اندیشہ ہے کہ وہ اس قسم کی تجویز کو شکست خوردہ ذہنیت کا نتیجہ سمجھیں اور اس بات پر اصرار کریں کہ ہم کو اپنی زبان کے تحفظ میں اور زیادہ شدت کا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ یہ ردعمل نفسیاتی اعتبار سے یک گونہ فطری ضرور ہے لیکن اگر ہم ٹھنڈے دل سے اپنی حکمت عملی کو حالات کے مطابق لچکدار نہیں بنائیں گے تو حالات پر قابو پانے کے بدلے ہم تباہی اور بربادی کی طرف بڑھتے چلے جائیں گے۔ اپنی زبان کو آسان بنانے اور عوام کی بول چال سے قریب تر لانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اپنے ادبی ورثے کو پس پشت ڈال دیں۔ اردو کا ادبی سرمایہ نہ صرف اردو والوں کے لئے بلکہ سارے ہندستان کے لئے ایک قابل قدر تہذیبی دولت ہے اور اس کی حفاظت سب سے زیادہ خود ہمارا فرض ہے لیکن ہمیں اس حقیقت کو بھی نظرانداز نہ کرنا چاہئے کہ اردو زبان اور ادب کے وہ عناصر جن کی نشو و نما جاگیرداری کی گود میں ہوئی ہے اب بہت دنوں تک اسی شکل و صورت میں قائم نہیں رہ سکتے۔ زمانے کی رفتار کے مطابق ان میں تبدیلی لازمی ہے اور اگر ہم اس تبدیلی کا ساتھ دے کر اس کی رفتار کو تیز نہیں کریں گے تو وقت کا دھارا تو مڑ نہیں سکتا، اردو کی ترقی البتہ رک جائیگی۔

اردو زبان اور ادب میں جمہوری روایات کی کمی نہیں ہے۔ ان کو اجاگر کرنے اور ان میں اضافہ کرنے کی ضرورت کا اگر ہمیں احساس ہوجائے تو ہم ترقی کے میدان میں کسی سے پیچھے نہیں رہینگے۔ ہندستان کی آزادی کی جدوجہد میں اردو کے ادیبوں نے جو شاندار کارنامے پیش کئے ہیں ان سے دوسری ہندستانی زبانوں والے تو تقریباً بالکل ہی ناواقف ہیں، ہندی والے بھی ان سے پوری طرح آشنا نہیں ہیں۔ اردو والوں کا فرض ہے کہ اپنے اس بیش بہا ذخیرے کو اپنے ہم وطنوں کے سامنے پیش کریں تاکہ وہ اس سرمایے کی قدر کرسکیں اور اس کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھیں۔ انجمن ترقی اردو نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے لیکن اس کو اس وقت تک کامیابی نہیں ہوسکتی جب تک اردو کے ہمدرد مایوسی اور بیچارگی کے پنجے سے آزادی حاصل کر کے جدوجہد کے میدان میں قدم نہ رکھیں اور سعی و عمل کی شدت سے یہ مظاہرہ نہ کریں کہ نئے ہندستان کی تعمیر میں ان کا بھی حصہ ہے اور ان کو نظرانداز کر کے ہندستان صحیح معنی میں ترقی کی منزل کی طرف قدم نہیں بڑھا سکتا۔

ہلکے ہلکے اشارے

---- ہندو مہا سبھا کا کہنا یہ ہے کہ اردو کو مسلمان اپنی مادری زبان نہ لکھائیں اس لئے کہ وہ پاکستان کی سرکاری زبان ہے اگر ہندستان کے مسلمان سنسکرت کو نہیں اپنا سکتے تو وہ اس لئے ہندستان کے شہری نہیں بن سکتے کہ وہ غوری اور اکبر کو غیر ملکی نہیں کہتے۔ ایسی حالت میں انہیں ملک کا وفادار نہیں سمجھا جاسکتا!

----ذرا دیکھئے تو —

پہنچا کہاں سے کس طرف سلسلہ دراز عشق!

آردو کے مسئلہ میں غوری اور اکبر کے غیر ملکی ہونے کا مسئلہ پیدا ہو گیا! اور آردو کو مادری زبان کہنے والوں کی وفاداری بھی مشتبہ ہو گئی!! — ان لاکھوں اور کروڑوں ہندوؤں کے متعلق کیا ارشاد ہے جنکی مادری زبان آردو ہے؟ انہیں پاکستان بھیج دیجئے!

----اتر پردیش کی اسمبلی میں بالآخر ایک معزز رکن (مفتی فخر اسلام صاحب) نے اپنی سب سے زیادہ ناگواری اس کھلی ناانصافی پر ظاہر کی کہ ایک طرف تو حکومت کی طرف سے ماہرین تعلیم کا یہ اصول بڑے زور شور سے تسلیم کیا جاتا ہے کہ ابتدائی تعلیم ہر قیمت پر مادری زبان میں دی جائے اور دوسری طرف حکومت ہندی کے سوا کسی زبان میں تعلیم کا انتظام نہیں کرتی — مفتی صاحب نے تمام ممبروں کو مخاطب کر کے ہندستان کے دستور کی اس خلاف ورزی کے خلاف احتجاج کیا........ وغیرہ وغیرہ

----معلوم نہیں کہ مفتی صاحب آئندہ ایلکشن میں اپنی نامزدگی اتر پردیش کی کانگریس سے کرانا چاہتے ہیں یا نہیں لیکن ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے دوسرے ممبران اس معاملہ میں زیادہ عقلمند اور محتاط ہیں!!

----ہندی کے پرچاریوں نے انڈونیشیا کا نام اگر ہندیشیا تجویز کیا ہے تو انہیں برائی کیا ہے۔

----ہندستان ٹائمز میں ایک صاحب اعتراض کرتے ہیں کہ جب انڈونیشیا کے صحیح معنے "ہندستانی جزائر" ہیں تو یہ انڈونیشیا انڈیا اور ایشیا کا مرکب — کہاں سے نکل آیا؟ — مگر غرض یہ ہے کہ جب ہمارے دیش میں سٹی مجسٹریٹ ایک ایک "نگر ڈنڈا نایک" اور ڈسٹرکٹ سپلائی افسر "ضلع پورتی ادھیکاری" بن جاتا ہے تو انڈونیشیا ہندیشیا بلکہ سپر نیشیا کیوں نہ بن جائے؟

----ہمیں افسوس یہ ہے کہ ابھی تک "ایشیا" کے لئے کوئی موزوں لفظ نہیں مل سکا!!

اٹاوہ کے ڈسٹرکٹ بورڈ نے فیصلہ کیا ہے کہ ضلع کے مکاتب اسلامیہ کی امداد بند کر دی جائے۔

----لکھنؤ کے "سپرنٹنڈنٹ شکچھا وبھاگ" نے مدرسوں سے جواب طلب فرمایا ہے کہ یہ "انسار کیات ہوا ہے کہ آپ کے اسکولوں میں لکھ بھگ ایک دو میں بچوں کو ہندی بھاشا کا بالکل گیان نہیں یہ بیسک کریکولم کے ورودھ ہے۔ انہوا آپ ان کا شیگھر اتر دیجیں کو بیسک کریکولم کی کیوں نہیں پابندی کی گئی"

----اس حکم کے مفہوم سے ہمیں کچھ مطلب نہیں، لیکن اعتراض اس پر ہے کہ "شکچھا وبھاگ" کے سپرنٹنڈنٹ صاحب نے اس قسم کے گندے الفاظ کیوں لکھے جیسے اسکول، بچے، کریکولم، پابندی؟

----بنارس سے ایک صاحب لکھتے ہیں کہ وہاں بھی میونسپل بورڈ نے مکتبوں اور مدرسوں میں آردو زبان کی تعلیم کا انتظام بند کر دیا ہے۔

----اس قسم کی سیکڑوں خوشگوار خبریں سن کر ہم سوائے اسکے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ شاباش، بھائیو! بڑھے چلو!!

—— مرکزی حکومت کے وزیر تعلیم نے یہ کیوں فرمایا کہ ہندی زبان نے ابھی بین الاقوامی حیثیت اختیار نہیں کی ہے —— غور و آہی ایک طرف سے اتر پردیش کے وزیر تعلیم نے ایک بیان شائع فرمایا اور ساتھ ہی آن کے لہجے سے لہجہ ملاتے کانگریس کے محترم صدر نے!

—— ذرا اس سنگت سے لطف اندوز ہوجئے! اس زمانے میں مرکزی حکومت کے محترم وزیر تعلیم تاریخی حقائق سے قطع نظر ہی فرمائیں تو بہتر ہے!!

—— ہند پارلیمنٹ میں وزیر قانون نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے زبان کے متعلق حکومت ہند کی پالیسی کی وضاحت کی اور کہا کہ عام انتخابات کی فہرست ہائے رائے دہندگان ہر علاقہ کی علاقائی زبان میں تیار کی گئی ہیں۔ اور جہاں کہیں کسی صوبہ میں دو زبانیں ہیں تو وہاں دوسری زبان میں بھی یہ فہرستیں شائع کی جاتی ہیں۔ ایک ممبر نے اس بات کی شکایت کی تھی کہ دہلی کے چیف کمشنر نے صرف اردو زبان میں فہرستیں تیار کرنے کی ہدایات کیوں کی۔ جب کہ ملک کی زبان ہندی کو تسلیم کرلیا گیا ہے۔

—— وزیر قانون کا جواب اطمینان بخش ہوتا اگر ہم یہ نہ جانتے کہ اکثر صوبوں میں اس اصول کی پوری پوری خلاف ورزی کی جارہی ہے!!

—— مسٹر سدھوا کے ایک جواب میں وزیر تعلیم مولانا آزاد نے بتایا کہ صوبہ بمبئی اور دوسرے صوبوں کو ایسی ہدایتیں دی گئی تھیں۔ کہ سندھی زبان کا رسم الخط تبدیل کردیا جائے۔ لیکن حکومت پر بعض سندھی جماعتوں کی طرف سے اس بات پر اعتراض کیا گیا کہ اسکولوں سے سندھی زبان کا رسم الخط کیوں ختم کردیا گیا لیکن اس پر ہند کو بہت سے سندھیوں نے سخت اعتراض کیا اور کہا کہ گذشتہ ایک ہزار سال کے اندر جو لٹریچر ہم نے پیدا کیا ہے اس میں اور نئی سندھی زبان کے درمیان ایک ایک دیوار حائل ہوجائے گی ساتھیوں نے دستور ہند کی دفعہ ۲۹ کا حوالہ بھی دیا اور کہا کہ کسی طبقہ پر زبردستی کوئی رسم خط نہیں ٹھونسا جاسکتا۔ گورنمنٹ بھی ایسا نہ چاہتی تھی اس لئے دونوں لکھاوٹوں کی اجازت دیدی۔

—— اتر پردیش میں اردو رسم الخط کا معاملہ سندھی کے معاملہ سے کچھ زیادہ مختلف تو نہیں ہے! یا اگر اس وجہ کی سرکار ٹھیک کہ ہے، تو ہمیں مان لینا چاہئے کہ ہے! —— بغیر یہ سوال کئے کہ کیوں ہے!!

انجمن کی خبریں

پٹنہ —— (بہار) جناب خیر بہوروی صاحب نمایندہ خصوصی انجمن ترقی اردو (ہند) کی تحریک پر پٹنہ کے اہل الرائے حضرات کا ایک جلسہ انجمن اسلامیہ میں منعقد ہوا۔ جلسے کی صدارت آنریبل ڈاکٹر سید محمود وزیر ترقیات بہار نے کی۔ حضرت خیر بہوروی نے جلسے کی غرض و غایت بیان کی کہ اگرچہ پٹنہ میں انجمن ترقی اردو نام کا ایک ادارہ ہے۔ لیکن وہ کوئی کام نہیں کر رہا ہے۔ اور نہ مرکزی انجمن سے ملحق ہے۔ ایسی حالت میں یہ ضروری ہے کہ صوبہ بہار میں ایک مضبوط اور نمایندہ ادارہ بنایا جائے جس کا الحاق مرکزی انجمن سے ہو۔ اور وہ مرکزی انجمن کی ہدایتوں کے مطابق صوبائی پیمانے پر اردو کی اشاعت و بقا کا کام کرسکے۔ ایک تجویز منظور کی گئی کہ اس مقصد کے حصول کے لئے ایک عارضی کمیٹی بنادی جائے۔

حاضرین میں آنریبل مسٹر عبدالقیوم انصاری وزیر بہار، مولوی ابوالاحد محمد نور پارلیمنٹری سکریٹری، سردار لطیف الرحمن ایم، ایل، اے، مسٹر یاسین انصاری ایم، ایل، اے، پروفیسر اختر اورینوی،

سہیل عظیم آبادی، غلام سرور ایم اے، بدر عالم جلیل، عبد الحئی صدیقی بیتاب، قمر التوحید، مولوی ابو ظفر وکیل سیتا، رضا نقوی، مولوی سلطان الدین محمد وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

جناب خیر بہوروی کی تقریر کے بعد مندرجہ ذیل تجویز متفقہ طور پر منظور ہوئی۔

تجویز:۔ بدلے ہوئے حالات کا تقاضہ یہ ہے کہ بہار میں کل ہند انجمن ترقی اردو (علی گڈھ) کی شاخ قائم کی جائے۔ اور صوبہ میں دورہ کر کے ہر جگہ اس کی ذیلی شاخیں بھی قائم کی جائیں۔ تاکہ باضابطہ مرکزی انجمن ترقی اردو ہند کی ہدایات کے مطابق مسلسل کام کیا جا سکے۔ اس غرض کی تکمیل کے لئے ایک عارضی کمیٹی کا انتخاب کیا جائے۔ جو ماہ اپریل ۱۹۵۱ع کے اندر اندر صوبہ کے اردو زبان و ادب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کا ایک نمائندہ جلسہ بلا کر باضابطہ طور پر صوبائی انجمن ترقی اردو کی تشکیل کرے۔ اور مرکزی انجمن ترقی اردو کے صدر جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب اور سکریٹری جناب قاضی عبدالغفار صاحب کو دعوت دی جائے کہ وہ اس موقع پر تشریف لا کر صوبائی شاخ کا افتتاح فرمائیں۔ اور عارضی کمیٹی جناب خیر بہوروی صاحب سے درخواست کرے کہ وہ صوبہ میں دورہ کر کے نمائندہ مجلس کے انعقاد میں مدد دیں۔

تجویز بالا کے مطابق ایک عارضی کمیٹی بنائی گئی جس کے ارکان مندرجہ ذیل حضرات منتخب ہوئے

آنریبل ڈاکٹر سید محمود وزیر ترقیات بہار، آنریبل مسٹر عبدالقیوم انصاری وزیر امور عامہ، مسٹر سلطان احمد، راجہ رادھیکارمن آف سورج پورہ، سید شاہ محمد عمر پارلیمنٹری سکریٹری حکومت بہار، مسٹر اے - اے نور پارلیمنٹری سکریٹری، مسٹر ویر چند پٹیل، پارلیمنٹری سکریٹری حکومت بہار، سردار لطیف الرحمان ایم - ایل اے، مسٹر یاسین انصاری، ایم - ایل - اے، پروفیسر اختر اورینوی، سید مظہر امام ایم ایل اے - حافظ منظور حسین ایم - ایل - اے، نواب زادہ سید محمد مہدی ایم - ایل - سی، مولانا نور اللہ ایل - ایم - سی، بیتاب صدیقی، غلام سرور ایم - اے، قمر التوحید بی - اے، پروفیسر حافظ شمس الدین، پروفیسر عبدالمنان بیدل، وفا براہی، پروفیسر جمیل مظہری، سید سلطان الدین محمد، عبدالمالک ایم - ایل - سی، بدر عالم جلیل، مولانا عبدالمالک آروی - پروفیسر اجتبیٰ رضوی - سہیل عظیم آبادی۔

پانچ آدمیوں کی ایک ذیلی کمیٹی بنائی گئی۔ جو سارے بہار کے عمائدین اور اہل الرائے حضرات کو دعوت دیں گے اور بڑے جلسے کا انتظام کریں گے تاکہ انجمن کی صوبائی شاخ کی تنظیم زیادہ مضبوط بنیادوں پر قائم کی جا سکے۔

مندرجہ ذیل حضرات کمیٹی کے رکن چنے گئے۔ پروفیسر اختر اورینوی، سہیل عظیم آبادی، غلام سرور ایم - اے، عبد الحئی صدیقی بیتاب، اور قمر التوحید بی - اے،

آخر میں حضرت خیر بہوروی نے تمام حضرات کا شکریہ ادا کیا۔

(نامہ نگار)

بانسپار بہورا:۔ حافظ تجمل حسین صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو بانسپار بہورا اطلاع دیتے ہیں کہ:۔

انجمن ترقی اردو بانسپار بہورا کی نگرانی میں تعلیم بالغان کا ایک شبینہ اسکول "مدرسہ رؤفیہ" بہورا کھولا گیا ہے - جس میں دس بجے رات تک قرآن اور اردو زبان کی تعلیم دی جاتی ہے -

<u>بہار شریف</u> - ۲۰ مارچ بزم ادب خاص گنج کا ایک غیر معمولی جلسہ زیر صدارت جناب ڈاکٹر یوسف حسن صاحب منعقد ہوا۔ مولانا عاصم بہاری صاحب نے ایک علمی اور تاریخی تقریر فرمائی آپ نے فرمایا کہ مولوی عبدالحق صاحب کے پاکستان چلے جانے سے ہندوستان میں انجمن ترقی اردو ایک حد تک کمزور ہو گئی تھی چنانچہ اسے سنبھالنے کے لئے کچھہ لوگ آمادہ ہوئے ہیں اور انجمن ترقی اردو کی نئی تنظیم کر رہے ہیں - اس وقت انجمن کے صدر ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب جامعہ اور قاضی عبدالغفار صاحب ناظم ہیں - دفتر علی گڈھ میں قایم ہوا ہے - مرکزی انجمن ترقی اردو کی طرف سے غیر بهوری صاحب اس وقت بہار کا دورہ کر رہے ہیں پٹنہ میں جلد ہی ایک بہار صوبائی اردو کانفرنس کی جائے گی جس میں بہار کے علاوہ دیگر صوبوں کے اہل علم و علم دوست حضرات تشریف لائنگے اور یہہ کانفرنس اپنی نوعیت کی زبان کے سلسلہ میں بہت اہم ہو گی - اس لئے ضرورت ہے کہ بہار کے تمام اضلاع و قصبات اور مواضعات کے علمی مذاق رکھنے والے تمام لوگ اس میں شرکت کریں -

بزم ادب خاص گنج ایک ایسا ادارہ ہے جس کے تحت بزم ادب اردو لائبریری عرصہ دراز سے قایم ہے جس میں کافی تعداد میں کتابیں ہیں اور رسالہ جات و اخبارات آتے ہیں ادارہ کے تحت تحریر و تقریر کی مجلس بھی ہے جس میں لوگ کافی دلچسپی لیتے ہیں - اس لئے بزم ادب کو اس کانفرنس سے بھی خاص دلچسپی ہونی چاہئیے -

بہار شریف ایک قصبہ ہے جہاں علمی سامان درگاہیں اور لائبریریاں کثیر تعداد میں ہیں اور آبادی کا زیادہ حصہ تعلیم یافتہ ہے - اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ انجمن ترقی اردو کی ایک شاخ یہاں بھی ہو - جس کیلئے بزم ادب کو حوصلہ مندانہ طور پر آگے بڑھنا چاہئیے اور فوری طور پر ایک سب کیٹی تشکیل دیجائے تاکہ آیندہ کسی موقعہ پر بہار شریف کے اہل علم کو مدعو کر کے انجمن ترقی اردو کی شاخ کو قایم کرنے میں آسانیاں ہوں -

آپ کی تقریر کے بعد یہہ تجویز منظور کی گئی کہ :-

"بزم ادب بہار کا یہہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ بہار شریف میں انجمن ترقی اردو کی ایک شاخ کے قیام کیلئے مندرجہ ذیل حضرات کی ایک سب کیٹی بنائی جائے" -

مولوی محمود احسن صاحب مدرس دارالتربیت
مولانا کبر الحسن صاحب مدرس مدرسہ عزیزیہ -
مولوی عبدالغفور صاحب جوائنٹ ایڈیٹر "الاکرام"
عبدالسبحان صاحب نائب ناظم بزم ادب - ہارون رشید قادری صاحب ناظم شعبہ مجلس مذاکرہ بزم ادب
مولوی نظام الدین صاحب مدرس مدرسہ انوار اسلام - سکریٹری بزم ادب محمد ہارون صاحب کنوینر ہونگے -

بزم ادب بہار نے پٹنہ کانفرنس کے انعقاد پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے یہہ بھی طے کیا کہ صوبائی بہار اردو کانفرنس میں اپنے نمایندوں کو بھیجیے -

اپنے دیس کی خبریں

<u>جون پورا</u> - ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۵۱ء کو محمد حسن انٹرمیڈیٹ کالج جونپور میں اردو ہندی کا ملا جلا مشاعرہ پنڈت آنند نرائن ملا کی صدارت میں ہوا اس مشاعرہ سے ایک نئے دھارے کا پتہ چلتا ہے جو اردو ہندی کے سنگم سے پیدا ہوتا ہے - مشاعرہ ۸ بجے شب سے شروع ہوا اور صبح کے سات بجے تک ایک سی گرمجوشی کے ساتھہ قایم رہا - پبلک کے اجتماع سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اردو ہندی کے غیر ضروری سوالات سے پرے صرف فن اور کلام کے بھوکے ہیں اردو شاعروں کے ساتھہ ساتھہ ہندی کے کویوں نے بھی برابر کا حصہ لیا - مشاعرہ محمد حسن انٹر کالج کے امدادی فنڈ کے لئے منعقد کیا گیا تھا -

متھرا: ۱۹ مارچ۔ انجمن تحفظ اردو لکھنو کی ایک شاخ یہاں قائم کی گئی ہے جس کے حسب ذیل عہدے دار منتخب کئے گئے ہیں۔

بابو راج بہادر صاحب سکسینہ اوج ایم اے صدر، سید حبیب الحسن صاحب وکیل ایم اے ایل ایل بی نائب صدر، متھرا پرشاد صاحب جوہر بسارویہ نائب صدر، ایم اے وحید خاں صاحب فاضل ہیڈ ماسٹر سکریٹری، منشی عبدالقیوم خان صاحب نائب سکریٹری۔ بابو یسین خان صاحب خزانچی۔

کلکتہ: ۱۷ مارچ طلبائے اسلامیہ ہائی اسکول کلکتہ کے زیر اہتمام ایک غیر طرحی خصوصی مشاعرہ اسکول کی عمارت میں منعقد ہوا۔ صدارت جناب پروفیسر عباس علی بیخود صاحب نے فرمائی۔ جلسے کی ابتدا میں جناب ادریس انور صاحب نے ایک افتتاحیہ مقالہ پڑھ کر سنایا۔

جلسے کی کارروائی صدر محترم نے اپنی ایک پرمغز ور معنی تقریر سے شروع کی۔ جس میں موصوف نے اردو ادب کے موجودہ بحرانی حالات کا نفسیاتی اور تاریخی تجزیہ پیش کرتے ہوئے اردو ادب کے پرشوکت مستقبل پر نہایت عالمانہ روشنی ڈالی۔ جلسے میں شہر کے قریباً تمام مقتدر شعرا نے شرکت فرمائی۔

مالیگاؤں: ۹ مارچ میونسپل ہال میں جناب ڈاکٹر محمد سلیم ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ نائب صدر انجمن کی صدارت میں علامہ سیماب مرحوم کی تعزیت میں ایک ادبی اجتماع ہوا۔ اور مقالات میں حضرت صبا۔ عادل انصاری سہیل احسن اخیر اور تقاریر میں مولانا عزیز و ادیب نے علامہ مرحوم کی شاعری، شخصیت اور علمی و ادبی کارناموں پر مختلف زاویوں سے بحث کی۔

نظموں میں حضرت قمر ادیب۔ اختر۔ عابد زیدی۔ کمال الدین پرویز۔ ناصر۔ جمیل۔ نثار وغیرہ شعرا نے اپنے عقیدت مندانہ خیالات ظاہر کر کے سامعین کو متاثر کیا۔

مقامی تعلیم یافتہ اور قومی معززین میں جناب منگل داس صدر کانگریس و صدر بلدیہ۔ جناب بھاجیڑا وکیل۔ عبد الرحمان صاحب صدر انگلو اردو ہائی سکول۔ محمد غوث صاحب۔ ڈاکٹر محبوک۔ یوسف انصاری۔ بابو بھی۔ اور محمد یوسف حبیب وغیرہ حضرات کی شرکت نے اس اجتماع کو کافی اہمیت دی۔

جلسہ میں حسب ذیل قرارداد بھی منظور کی گئی ہے۔

ریاست بمبئی میں ایک بہت بڑا طبقہ ایسا ہے جس کی مادری زبان اردو ہے۔ ایسی حالت میں ریاست بمبئی کے سرکاری اخبار "قومی راج" کے اردو ایڈیشن کا بند کر دینا اردو داں طبقہ کی بڑی حق تلفی ہے۔ لہذا یہ ادبی اجتماع سرکار بمبئی سے گذارش کرتا ہے کہ وہ قومی راج کے اردو ایڈیشن کا دوبارہ اجرا فرما کر اردو داں طبقہ کو شکر گذاری کا موقع بخشے۔

آگرہ: جمیعتہ علماء اتر پردیش کے سالانہ جلسہ کے خطبہ صدارت میں جناب صدر نے اردو کے مسئلہ پر اپنے خیالات ان الفاظ میں ظاہر کئے:۔

"جمیعتہ علماء جارحانہ پالیسی کو نظر انداز نہیں کر سکتی جو حکومت یو۔پی کی جانب سے اردو کے خلاف اختیار کی جا رہی ہے باوجودیکہ اردو کو کسی ایک فرقہ کی زبان قرار دینا سراسر اس زبان پر ظلم ہے۔ اور باوجودیکہ جمہوریہ ہند کا دستور اساسی اردو کو ثانوی زبان قرار دے چکا ہے۔ اسکولوں۔ دفتروں اور حکومت کے تمام شعبوں حتی کہ سڑکوں اور ریلوے کے تمام بورڈوں سے اردو کو ختم کرنے کے بعد کوشش یہ کی گئی ہے کہ مردم شماری میں بھی اردو بولنے والوں کی تعداد کم کی جائے۔ بہر حال یہ صورت حال اگرچہ مایوس کن ہے۔ مگر ہم کو اس اعتراف میں بھی تامل نہیں کہ وہ

کے منشاء کو صرف لسانی نقطہ نظر سے دیکھ رہی ہے اور اسکی کوشش یہہ ہے کہ اردو کے ساتھ حکومت وہی معاملہ کرے جس کی ملک کی ایک عام زبان ہونے کے لحاظ سے مستحق ہے لیکن اردو کی حمایت کے دعوی کرنے والوں کو اس طرف بھی توجہ کرنا ضروری ہے۔

صرف احتجاج یا ناراضگی کے اظہار سے زبان کی حفاظت نہیں ہو سکتی ان کا یہہ فرض ہے کہ وہ رسالوں اخبارات اور ان اداروں کی دل کھول کر امداد کریں۔ جو اردو زبان کی خدمت کر رہے ہیں بیشک ان کو اس سلسلے میں ایثار سے کام لینا پڑے گا۔ لیکن ایثار کے بغیر کوئی جدوجہد کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اردو کی حفاظت کے ساتھ ہمارا یہہ فرض ہے کہ ملک کی سرکاری زبان کو نظر انداز نہ کریں۔ اور اپنے بچوں کو ہندی سے بھی روشناس کرائیں تاکہ وہ ترقی کے دور میں ملک کے دوسرے نوجوانوں سے پیچھے نہ رہ سکیں۔

یو۔پی کے اردو طلبا متوجہ ہوں

۹ دسمبر سنہ ۱۹۵۰ع کے اخبارات میں میرا ایک بیان شائع ہوا تھا جسمیں سکریٹری ثانوی تعلیم بورڈ الہ آباد کے سرکلر نمبر ب ۹۸۰۳ وی ۱۹ مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۰ع کے مفہوم پر روشنی ڈالتے ہوئے میں نے اتر پردیش کے تعلیمی اداروں کو متوجہ کیا تھا کہ وہ اپنے ان طلبا کو جنکی مادری زبان اردو ہے عام اجازت دیدیں کہ وہ ہائی اسکول کے امتحان میں اگر چاہیں تو اردو میں جواب تحریر کر سکتے ہیں نیز میں نے یہہ بھی درخواست کی تھی کہ سرکلر مذکور کی رو سے تمام اسکولوں کے ابتدائی درجات کے طلباء کو بھی اردو میں جواب تحریر کرنیکی اجازت ہونی چاہئیے۔

اس سلسلے میں یو۔پی کے طلباء کے متعدد خطوط مجھکو موصول ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکولوں میں اس سرکلر پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ اور ہندی میں جوابات لکھنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ جسکی وجہ سے طلباء کو سخت دشواری پیش آرہی ہے کیونکہ ان کی ہندی کی استعداد ابھی اتنی نہیں ہے کہ وہ روانی کے ساتھ ہندی میں جواب تحریر کر سکیں

چونکہ انفرادی طور پر خطوط کا جواب دینا مشکل ہے اسلئے گورنمنٹ ایجوکیشنل گزٹ سے سرکلر مذکور کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے تاکہ صحیح پوزیشن سامنے آجائے اور منشاء قانون سمجھنے میں سہولت ہو۔

ترجمہ سرکلر

منجانب شری جے۔ کے۔ ایم۔ اے ایل ٹی سکریٹری بورڈ ثانوی تعلیم اتر پردیش

بنام

صدر مدرس صاحبان ادارہ ہائے منظور شدہ برائے امتحان ہائی اسکول نمبر ب ۹۸۰۳ وی ۱۹ مورخہ الہ آباد ۱۲ ستمبر سنہ ۱۹۵۰ ع

مضمون۔ مجھے یہہ لکھنے کی ہدایت کی گئی ہے کہ بورڈ کے چیرمین ضابطہ ہائے بورڈ جو کہ سنہ ۱۹۵۲ ع کے پراسپکٹس میں درج ہیں انہیں باب ۱۳ کے ضابطہ ۸ کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل اقسام کے امیدوار ہائی اسکول امتحان سنہ ۱۹۵۲ع و مابعد اگر طلباء چاہیں تو سوالات کے جواب بزبان انگریزی یا اردو دے سکتے ہیں۔

۱ وہ امیدوار جن کی مادری زبان ہندی کے علاوہ کوئی دوسری زبان ہے

۲ وہ امیدوار جن کی مادری زبان ہندی نہیں ہے اگر یہہ انہوں نے ہندی کا اعلیٰ کورس بحیثیت ایک جدید ہندوستانی زبان کے لیا ہے۔

توقع ہے کہ اس واضح بیان کے بعد اردو داں طلباء کے ساتھ بے انصافی نہ کی جائے گی۔

محمد احسان حسین سکریٹری
انجمن ترقی اردو امروہہ

راجستھان میں اردو

جناب من - اخبار ہماری زبان کے ذریعہ انجمن ترقی اردو کی مساعی کی دل خوش کن اطلاعات نظر سے گذرتی رہتی ہیں - آپ کا قلم جس بے باکی سے اردو کے حق میں اظہار حق کر رہا ہے اسکی داد نہ دینا سخت نا انصافی ہے -

صوبہ یوپی کی طرح ہمارے صوبہ راجستھان میں اردو زبان کے ساتھ جو برتاؤ کیا جا رہا ہے اس کی جانب میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں

جمعیۃ علماء راجستھان اس سلسلے میں برابر کوشش کر رہی ہے - ہنوز کوئی نتیجہ بر آمد نہیں ہوا ہے اب ایک عرصہ کے بعد حکومت ہند کی وزارت کے سکریٹری کا خط موصول ہوا ہے جسمیں لکھا ہے کہ آپ کے ہاں جن اسکولوں سے اردو خارج کر دی گئی ہے ان کی فہرست بھیجدیجئے - چنانچہ دفتر میں جو شکایات مختلف اضلاع سے موصول ہوئی تھیں ان کی فہرست مرتب کر کے ارسال کر دی گئی ہے - اسکی ایک نقل آپ کی خدمت میں بھی ارسال ہے تا کہ جمعیۃ علما اور انجمن ترقی اردو کی متحدہ آواز حکومت کے ایوان پر اثر انداز ہو -

راقم جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء راجستھان

[اس فہرست میں صرف ان اسکولوں کے ۱۲ نام ہیں جنہوں نے جمعیۃ علما کو ابھی شکایات پر توجہ دلائی ہے]

بھوپال کے دفاتر سے اردو کا خاتمہ

بھوپال ۲۰ مارچ - سرکاری دفاتر سے جس تیزی کیساتھ اردو کا کریا کرم کیا گیا ہے اسپر اظہار افسوس کرتے ہوئے مسٹر نذیر رحمانی لکھتے ہیں :-

بھوپال برسہا برس سے اردو علم و ادب کا مرکز رہا ہے، یہاں کی سیاست و صحافت نے ایک اونچا مقام حاصل کیا اور علمی و ادبی انجمنوں نے اردو کی بیش بہا خدمات انجام دیں لیکن آج بھوپال جس پستی کی طرف جا رہا ہے وہ کسی اچھے شگون کا پیش خیمہ نہیں کہا جا سکتا مقامی حکومت نے یہاں کے دفتروں سے اردو کو ایکدم خارج کر دیا اور اردو جاننے والوں کی کثیر تعداد ملازمتوں سے نکالدی گئی، لوگ اردو کی طرف سے مایوس ہو گئے اور پاکستان جانے لگے -

بیکاری، بیروزگاری اور فاقہ کشی بھی تو بالآخر عوام کے دل و دماغ میں اردو کی طرف سے جو تڑپ اور لگن تھی وہ سرد ہو کر رہ گئی اردو کے ادارے معطل ہیں، جو فنڈوں کی کمی سے ایسوسی ایشن خاموش ہو گئی، اقبال لائبریری کے زیر اہتمام یوم اقبال، یوم محمد علی کبھی تزک و اہتمام سے منایا جاتا تھا آج خرافات و خیال ہو گیا - اردو کی دو چار لائبریریاں ہیں انمیں بھی پبلک اب کچھ زیادہ دلچسپی نہیں لیتی اردو کے جو تین چار اخبار جاری ہیں اسکے پڑھنے والوں کی تعداد بھی کم ہوتی جا رہی ہے اگر حکومت اردو کے ساتھ یہہ ناروا سلوک نہ کرتی تو بھوپال کو اس صورت حال کا سامنا نہ کرنا پڑتا، میں حکومت ہند سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ بھوپال کے مسئلہ زبان میں مداخلت کرے مجھے افسوس ہے کہ حکومت بھوپال نے اردو کے خاتمہ میں جس سرگرمی کو روا رکھا وہ ہندی کے لئے بھی کچھ مفید نہ ہوئی اگر سرکاری دفاتر میں تخفیف نہ کی جاتی تو بیروزگاری میں کمی ہوتی کے ساتھ ساتھ ہندی بھی ترقی کرتی اور ملازمین اپنی بقائے ملازمت کیلئے ہندی میں اچھی خاصی استعداد پیدا کر لیتے - یہہ عمل بہت آسانی سے ممکن تھا کہ اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں دفتری نظام چلتا رہتا جیسا کہ ہمیشہ سے بھوپال میں اردو اور انگریزی میں کامیابی کے ساتھ کام ہوتا رہا - آج حکومت جتنی توجہ انگریزی پر صرف کر رہی ہے اس کا عشر عشیر بھی ہندی پر نہیں - چنانچہ انگریزی جاننے والوں کو

پر صرف کر رہی ہے اسکی عشر عشیر بھی ہندی پر نہیں چنانچہ انگریزی جاننے والوں کو باہر سے بلوا کر ملازم رکھا جا رہا ہے ۔ میں ملک کی معزز و مقتدر جماعتوں سے بھی استدعا کرتا ہوں کہ وہ بھوپال کی طرف توجہ مبذول فرمائیں اور اردو کی طرف سے جو عام مایوسی و بددلی بڑھتی جا رہی ہے اسے دور کرنیکی کوشش کریں

ریاست کوٹہ میں اردو کا حشر

"ہماری زبان" کے پندرہ مارچ سنہ ۱۹۵۱ ع والے پرچے میں "ریاست کوٹہ میں اردو کا حشر" کے عنوان سے جو چٹھی چھپی ہے اسمیں انہوں نے لکھا ہے کہ "ادب سے التجا کی جاتی ہے ۔ کہ براے خدا حکام سے تحریک کر کے شروع کلاس سے ہی اردو قائم کرانے کی کوشش کریں"۔

یہاں اردو تعلیم کی حالت اس وقت یہہ ہے کہ حکومت یو پی کی موجودہ تعلیمی اسکیم کو حکومت راجستھان نے بھی اپنے یہاں نافذ کیا ہے ۔ اس تعلیمی اسکیم میں اردو کو اختیاری زبان کا درجہ دیا گیا ہے اور یہہ چھٹی جماعت سے شروع ہوتی ہے یہہ حکومت راجستھان کی مانی ہوئی اسکیم ہے ۔ اور جولائی سنہ ۱۹۵۰ ع سے لاگو کر دی گئی ہے ۔ اس سے اردو کی پڑھائی میں حسب ذیل رکاوٹیں پیش آتی ہیں ۔

(۱) کوئی طالبعلم اگر وہ چھٹی جماعت میں پہونچکر اردو اختیار کرے تو وہ پھر انگریزی نہیں پڑھ سکتا مضامین کا جوڑ کچھہ اسی ڈھنگ کا رکھا گیا ہے ۔

(۲) اور اگر وہ اس شکل کو نظر انداز کر کے اردو اختیار کرے تو پھر اردو کے نصاب میں جو کتابیں رکھی گئی ہیں وہ نہیں ملتیں ۔

(۳) حکومت راجستھان کے محکمہ تعلیم کے ملازمین کا ابھی حال میں نیا گریڈ مقرر ہوا ہے ۔ اس گریڈ میں ہندی اور سنسکرت ٹیچر کے لئے ضروری اسناد اور اس کے لحاظ سے گریڈ مقرر کیا ہے ۔ لیکن اردو اور فارسی ٹیچر کا اس نئے گریڈ میں کہیں ذکر نہیں ہے ۔ یہہ شکایتیں اس اردو اور فارسی کے بارے میں ہیں جسکا پڑھایا جانا حکومت نے مان لیا ہے جب اپنی مانی ہوئی اسکیم کے نافذ کرنے میں حکومت سست ہے تو پھر اس سے ابتدائی جماعتوں میں اردو رائج کرنے کی کیا امید رکھی جائے ۔

سید حیدر علی

سکریٹری انجمن اصلاح المسلمین

سرونج

پرچھائیں

دکن ریڈیو پر وومنز کالج کی لکچرار صاحبہ سلطان صاحبہ نے "پرچھائیں" کے متعلق اپنے تاثرات کو ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے :-

"جب سیاسی ہنگاموں پر قید و بند کی پابندیاں عائد ہیں تو کانگریس کے چوٹی کے رہنما سب کے سب قلعہ احمد نگر میں قید کر دیے گئے تھے ۔ زندگی اور سیاست کے ہنگاموں سے دور وہاں کے پرسکون ماحول میں ادبی ذوق کو پورا کرنے کا بڑا اچھا موقع ہاتھہ آیا ۔ مولانا ابو الکلام آزاد کی غبار خاطر اور آصف علی صاحب کی پرچھائیں اسی دور کی یادگار ہیں

انجمن ترقی اردو نے عمدہ کاغذ پر اعلیٰ طباعت سے آراستہ یہہ تصنیف پیش کی ہے۔ کتاب ٹائپ کے حروف کی ہے اگر نستعلیق میں یہہ کتاب چھپوائی جاتی تو اور دلکشی پیدا ہو جاتی۔ آصف علی صاحب نے فلسفہ حیات کا مطالعہ شاعرانہ نظر سے کیا ہے اور زندگی کی پرچھائیں کو پکڑنے کی کوشش کی ہے یہہ اسلوب جتنا خوبصورت ہے اتنا ہی اردو ادب میں نرالا بھی۔ زبان کی خوبی اور صفائی اور روانی کی داد نہیں دی جا سکتی ظاہر ہے دلی کے کوچہ چیلان کی زبان ایسی موہنی نہ ہوگی تو پھر کیا ہوگی معلوم یہہ ہوتا ہے کہ ایک مصور نے رنگوں کی ماہرانہ آمیزش سے سحر کی مسکراہٹ اور شام کی دل آویزی کی تصویریں کھینچی ہیں الفاظ نہیں نگینے ہیں ان کے جڑنے کی خوبی یہہ ہے کہ ایک لفظ بھی اپنی جگہ سے ہٹا دو تو حسن باقی نہ رہے جگہ جگہ نثر پر نظم بلکہ غزل کا دھوکہ ہوتا ہے۔

باہتمام عزیز حسن منیجر مسلم یونیورسٹی پریس علی گڈھ چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علی گڈھ سے شائع کیا۔